سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اردو اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ہفتہ وار اخبار الحکم قادیان

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
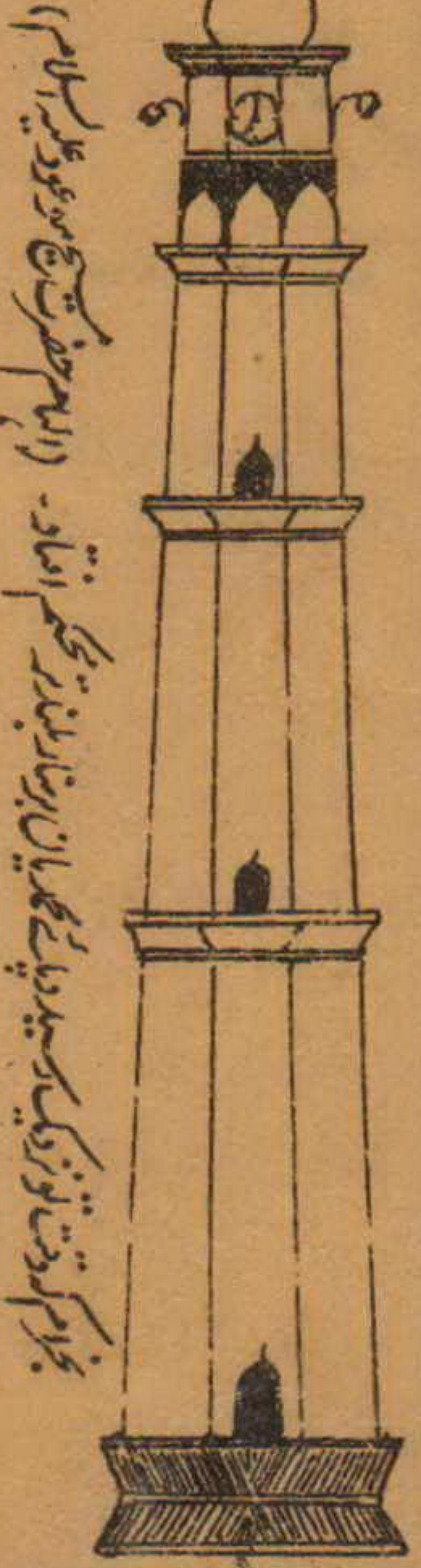
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۱ — مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ — نمبر ۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نظم

از قلم جناب عبد السمیع صاحب امروہوی

مسیح زماں آچکا قادیاں میں
کہاں ہے یہ قدرت کہ لکھے قلم کچھ
مسیحِ محمدؐ کو کیا کیا سُنایا
نہ تھی کوئی حد ظلم و جور و جفا کی
نہ بجھ جائیگا نور پھونکوں سے مُنہہ کی
لگی جسقدر پھونک اُتنا ہی چمکا

یہ مشہور ہے اب تو سارے جہاں میں
ثنا ہو بیاں کب ہے طاقت زباں میں
سہے رنج و غم اپنی عمرِ رواں میں
نہ چھوڑا کوئی تیر باقی کماں میں
عدو نے یہ ٹھانی تھی اپنے گماں میں
غرض چھا گیا سب زمین و زماں میں

مٹی ظلمتِ کفر اسلام چمکا
یہ لیکھرام، آتھم سے ڈوئی سے پوچھو
جو آیا مقابل اُسی کو پچھاڑا ہے
ہوئے نور دینؓ اور محمودؓ ایدہ اللہ صادق
جسے دیکھنا ہو محمدؐ کا خُو بُو
کرو جلد کرنا جو ہو اَے عزیزو!

بہار آگئی احمدی بوستاں میں
تھی چمکار کیسی مسیحی نشاں میں
عجب زور تھا حق کے اس پہلواں میں
کھلے پھول کیا کیا ہیں اس گلستاں میں
وہ بس دیکھ لے جا کے دار الاماں میں
رہو گے بھلا کبتک اس ہفت خواں میں

بجا چار سو احمدیت کا ڈنکا ہے
عرب اور عجم روم اور اصفہاں میں

ادیب اب دعا و تمنا یہی ہے
رہوں اور مروں جا کے میں قادیاں میں

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج سے پچاس سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکتوب گرامی

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند پر اتمام حجّت

سیّدنا حضرت مسیح موعود کے اظہار الدین کی ایک شان! ابد الآباد تک آریہ سماج اسکا جواب نہیں دے سکتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی ایک غرض اسلام کا دوسرے ادیان پر غلبہ اور اتمام حجت بھی تھی۔ نادان یہ سمجھتے رہے۔ اور اب تک بھی بعض کوتاہ اندیش سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح اور مہدی کا عہد گویا عہدِ جدال ہوگا۔ اور وہ دلائل بیّنہ اور حجت نیّرہ کی بجائے تیغ و تلوار اور پیار و محبت کی بجائے حکومت و جنگ سے اسلام کو غالب کریں گے۔ یہ خیال بالکل غلط اور بیہودہ ہے۔ اسلام جب دنیا میں غالب ہوا وہ اپنے کمالات اور خوبیوں سے ہوا ہے۔ اور مسیح مہدی کے وقت میں بھی اُس کا غلبہ اِسی طرح مقدر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فرض کو کس طرح پورا کیا۔ اور تمام ادیان باطلہ پر اسلام کا غلبہ کس طرح ثابت کیا؟ یہ ایک مبسوط اور مستقل مضمون ہے۔ جو آپ کی سیرت کے اس حصہ میں جو آپ کے علم کلام کیلئے مخصوص ہے، انشاء اللہ درج ہوگا۔ یہاں مجھکو آریہ سماج پر اتمام حجّت کی ایک شان کا جلوہ دکھانا ہے۔ یوں تو آریہ سماج پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد طریقوں سے اتمام حجت کیا ہے۔ مگر سب سے بڑا حملہ اور کاری ضرب جو آریہ سماج پر آپ نے لگائی۔ وہ آپ کا آریہ سماج کے بانی کو دعوت اسلام کرنا اور اسے مقابلہ کیلئے بلانا ہے۔

میں نے سوامی دیانند صاحب کی سوانح عمری کو پڑھا۔ اور بہت غور سے اس امر کی جستجو کی کہ کیا اس خط و کتابت کا بھی اسمیں کوئی ذکر ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سوامی صاحب سے کی تھی۔ اور کیا اس دعوت کا کوئی جواب ہے۔ جو سوامی جی نے دیا ہو؟ مگر میں نے جب بھی سوانحعمری کو اس نیت سے اٹھایا اور پڑھا۔ تو سوائے مایوسی کے کچھ نظر نہ آیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عام طریق تھا۔ کہ آپ نے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مشہور اشخاص کو ہر قسم کے مقابلہ کیلئے دعوت دی۔ علمی اور عقلی دلائل کے ساتھ اپنے مذہب کی صداقت اور افضلیت کا ثبوت دینے کیلئے بھی اور روحانی اور اعجازی قوتوں میں مقابلہ کیلئے بھی۔ مگر اس مقابلہ میں کوئی شخص نہیں آیا۔ اور کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ ہنسی اڑانا یا تمسخر کرنا اور بات ہے۔ اور ہم اس بات کا صدق دل سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے جو حق اور نور کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں۔ اپنی سفاہت اور دنایت سے خدا کے مامور و مرسل سے ٹھٹھا کیا۔ اور ہنسی اڑائی۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ آسمان کے نیچے ہر اس شخص کے ساتھ جو خدا کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کیلئے آیا۔

اندھی دنیا نے یہی سلوک کیا۔

پس اس سے ہمیں کبھی تعجب نہیں ہوا۔ آریہ سماج آج بھی بڑی ڈینگیں مارتی ہے۔ اور مار سکتی ہے۔ مگر میں بالکل صاف اور سیدھے الفاظ میں آریہ سماج سے مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وہ بتائے۔ سوامی دیانند صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں کیا جواب دیا۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سوامی دیانند صاحب پر ایک خط کے ذریعہ اولاً اتمام حجت کیا۔ پنڈت دیانند صاحب کو آپ کے مقابلہ میں آنیکی ہمت نہیں ہوئی۔ میں اس خط کو محض ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے شائع کرتا ہوں۔ اور دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان ایام میں جبکہ آپ کے گرد و پیش مریدوں اور مخلصوں کا اژدہام نہ تھا۔ جبکہ آپ ایک گمنام شخص کی طرح ایک گمنام گاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس وقت بھی اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرنے اور اتمام حجت کا ایک جوش آپ کے قلب میں پایا جاتا تھا۔ آج ہم جو اس عظیم الشان پہلوانِ اسلام کے نام لیوا ہیں۔ سوچیں کہ اس خصوص میں ہمارا دائرہ عمل اور طریق کار کیا ہے۔ ہمارا مقصدِ عظیم اور ہمارا دائرہ عمل وسیع ہے جس راستہ پر ہمارا امام ہم کو کھڑا کر گیا ہے۔ اور جو نظام عمل ہمارے سامنے رکھ گیا ہے۔ اُسے دیکھو اور نظر کرو۔ کہ

منزل کسقدر دُور ہے۔

اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر اس مکتوب شریف کو درج کرتا ہوں۔ جو جناب پنڈت دیانند صاحب سرستی کی خدمت میں ۲۰؍اپریل ۱۸۸۳ء مطابق ۱۲؍جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ کو لکھا گیا۔ "عرفانی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجانب پنڈت دیانند سرستی (بانی آریہ سماج)

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

واضح ہو۔ کہ ان دنوں اِس عاجز نے حق کی تائید کے لئے اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کی غرض سے ایک نہایت بڑی کتاب تالیف کی ہے جسکا نام براہین احمدیہ ہے۔ چنانچہ اس میں سے تین حصے چھپ کر مشتہر ہو چکے ہیں اور حصہ چہارم عنقریب چھپنے والا ہے حصہ سوم میں اس بات کا کافی ثبوت موجود ہے۔ کہ سچا دین جس کے قبول کرنے پر نجات موقوف ہے۔

وہ اسلام ہے

کیونکہ سچائی کے معلوم کرنے کے دو ہی طریق ہیں۔ ایک یہ کہ عقلی دلائل سے کسی دین کے عقائد صاف اور پاک ثابت ہوں۔ دوسرے یہ کہ جو دین اختیار کرنیکی علت غائی ہے۔ یعنی نجات اس کے علامات اور انوار اُس دین کی متابعت سے ظاہر ہو جائیں۔ کیونکہ جو کتاب یہ دعویٰ کرتی ہے۔ کہ میں اندرونی بیماریوں اور تاریکیوں سے لوگوں کو شفا دیتی ہوں۔ بجز میرے دوسری کتاب نہیں دیتی۔ تو ایسی کتاب کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنا ثبوت دے۔ پس ان دونوں طریقوں کی نسبت ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے۔ کہ یہ صرف

اسلام میں پائے جاتے ہیں۔

اسلام وہ پاک مذہب ہے۔ کہ جس کی بنیاد ایسے عقائدِ صحیحہ پر ہے۔ کہ جن میں سراسر جلال الٰہی ہوتا ہے۔ قرآن شریف ہر ایک جزو کمال خدا کے لئے ثابت کرتا ہے۔ اور ہر ایک نقص و زوال سے اس کو پاک ٹھہراتا ہے۔ اس کی نسبت قرآن شریف کی یہ تعلیم ہے۔ کہ وہ بے چوں اور بے چگون ہے۔ اور ہر شبیہ و مانند سے منزہ ہے۔ اور ہر ایک شکل اور مثال سے مبرا ہے۔ وہ مبداء ہے تمام فیضوں کا۔ اور جامع ہے تمام خوبیوں کا۔ اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور خالق ہے تمام کائنات کا۔ اور پاک ہے ہر کمزوری اور ناقدرتی اور نقصان سے۔ اور واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور الوہیت میں اور معبودیت میں۔ نہیں مشابہ اس سے کوئی چیز اور نہیں جائز کسی چیز سے اس کا اتحاد اور حلول۔

مگر افسوس! کہ آپ کا اعتقاد سراسر اِس کے خلاف ہے اور ایسی روشنی چھوڑ کر تاریکی اور ظلمت میں خوش ہو رہے ہیں۔ اب چونکہ میں نے اس روشنی کو آپ جیسے لوگوں کی سمجھ کے موافق نہایت صاف اور سلیس اردو میں کھول کر دکھلا دیا ہے۔ اور اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ آپ لوگ ایک سخت ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کے سہارے پر تمام دنیا جیتی ہے۔ اس کی نسبت آپ کا اعتقاد ہے۔ کہ وہ تمام فیضوں کا مبداء نہیں۔ اور ایسا ہی تمام اجسام صغار یعنی پرکرتی خود بخود انادی طور پر قدیم سے چلے آتے ہیں۔ اور تمام ہنر یعنی گُن جو ان میں ہیں۔ وہ خود بخود ہیں۔ اور اس فیصلہ کو صرف عقلی طور پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ اسلام کے پاک گروہ میں وہ آسمانی نشان بھی ثابت کئے ہیں جو خدا کی برگزیدہ قوم میں ہونے چاہئیں۔ اور ان نشانوں کے گواہ صرف مسلمان لوگ ہی نہیں بلکہ کئی آریہ سماج والے بھی گواہ ہیں۔ اور بفضلِ خداوند کریم دن بدن لوگوں پر کھلتا جاتا ہے۔ کہ

برکت اور روشنی اور صداقت صرف قرآن شریف میں ہی ہے

اور دوسری کتابیں ظلمت اور تاریکی سے بھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ خط آپ کے پاس رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں۔ اگر آپ کتاب براہین احمدیہ کے مطالعہ کے لئے مستعد ہوں۔ تو میں وہ کتاب مفت بلاقیمت آپ کو بھیج دونگا۔ آپ اس کو غور سے پڑھیں۔ اگر اس کے دلائل کو لاجواب پائیں۔ تو

حق کے قبول کرنے میں دریغ نہ کریں۔ کہ:۔

دُنیا بروزے چند آخر کار با خداوند

میں ابھی اس کتاب کو بھیج سکتا ہوں۔ مگر میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ اپنے خیالات میں محو ہو رہے ہیں۔ اور دوسرے شخص کی تحقیقات سے فائدہ اٹھانا عار سمجھتے ہیں۔ سو میں آپ کو

دوستی اور خیر خواہی کی راہ سے لکھتا ہوں۔ کہ آپ کے خیالات صحیح نہیں ہیں۔

آپ ضرور ہی میری کتاب منگا کر دیکھیں۔ امید ہے۔ کہ اگر حق جوئی کی راہ سے دیکھیں گے تو اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے حجاب اور پردے آپ کے دور ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ اردو عبارت پڑھ نہ سکیں۔ تاہم کسی پڑھے لکھے آدمی کے ذریعہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے جواب سے مجھ کو اطلاع دیں۔ اور جس طور سے تسلّی چاہیں۔ خداوند قادر ہے۔ صرف سچی طلب اور انصاف اور حق جوئی درکار ہے۔ جواب سے جلد تر اطلاع بخشیں۔ میں منتظر ہوں۔ اور اگر آپ خاموش رہیں۔ تو پھر اس سے یہی سمجھا جائیگا۔ کہ آپ کو صداقت اور روشنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیرت المہدی کا ایک ورق

از جناب خدا بخش صاحب سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ بھاگو ارائیں
تحصیل سلطانپور ریاست کپورتھلہ

میں اُس خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر مندرجہ ذیل تحریر دفتر طبع واشاعت کے لئے بہر اشاعت پیش کرتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور اگر میں اس میں خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہوں۔ تو خدا تعالےٰ مجھے کسی فوری عذاب سے ہلاک کرے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طریق پر قبول کیا ہے۔

آریوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے جب ہم چند اشخاص اکٹھے ہوتے تو افسوس کیا کرتے۔ کہ اس وقت کوئی عالم نہیں۔ جو ان کو جواب دے سکے۔ مَیں، میاں محمد خان و منشی اروڑہ و منشی ظفر احمد، مولوی محمد حسین صاحب بھاگو ارائیں والے اور اس حالت کو دیکھ کر میں دعائیں کرتا تھا۔ کہ اے خدا۔ تو کوئی اپنا بندہ بھیج۔ انہی دنوں میں میاں محمد خاں کے ذریعہ سے پتہ لگا۔ کہ قادیان سے ایک شخص کا مضمون یہ چھپا ہے۔ کہ اے آریو اور اے عیسائیو! اگر کوئی خدا کا بندہ تمہارے پیچھے پڑ گیا۔ تو تم کو جان چھڑانی مشکل ہو جائیگی۔

پہلے پہل میں نے خدا تعالےٰ کی شناخت اور ملاقات کے اشتیاق کے لئے بکثرت عبادت و درود شریف و ذکر الٰہی کے لئے مجاہدات کئے۔ آخر ایک رات خواب میں ایک شخص مجھے نظر آیا۔ اور اس نے کہا۔ "میں ہوں ابابکر صدیق!" اور میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ وہ ہیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ اُن سے دس بارہ قدم کے فاصلے پر کھڑے نظر آتے تھے۔ میں نے دوڑ کر ان کو ملنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا کرنے لگا میں نے عرض کیا حضورؐ کے پاس حاضر ہو کر ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ حضورؐ کسی وقت خود تم کو پھر ملیں گے۔ اسوقت تم ان کو نہیں مل سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ہمراہ میں بھی جا ملتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں تو ان کے ساتھ ہوں۔ اسی تکرار میں میری آنکھ کھل گئی۔ وہ رات کا پچھلا حصہ تھا۔ اٹھ کر میں اسی وقت مسجد کو چلا گیا۔ آخر میں اپنی زندگی سے اسوجہ سے بیزار ہؤا۔ کہ کیا میں ایسا نالائق وناپاک ہوں۔ کہ مجھے آنحضور صلعم مل بھی نہیں سکتے۔ اسی غم میں مسجد میں جا کر میں نے دیوار سے ٹکریں مارنا شروع کر دیا۔ کہ خودکشی کر لیتا ہوں۔ اور اس طرح ٹکریں مارتے ہوئے مجھے کمر میں سخت چوٹ لگی اور بے ہوشی سی ہو گئی۔ چند منٹ کے بعد جب ہوش آیا۔ تو بعد نماز فجر وہاں سے چل کر بصد مشکل میں باہر نکلا۔ اور بدقت تمام گھر چلا آیا۔

جب گھر جا کر چارپائی پر لیٹنے لگا۔ تو ایک بزرگ صورت جس کی بناوٹ بلور کی سی تھی۔ قرآن مجید لے کر میرے پاس آن کھڑا ہؤا۔ اور جب میں نے انہیں دیکھا۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نظر آتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ سے اسوقت دریافت کیا کہ میں سویا ہؤا ہوں یا جاگتا ہوں۔ میری والدہ رونے لگ گئی۔ کہ اب سونے جاگنے کی بھی تمیز نہیں رہی۔ اب تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں پاگل تو نہیں ہوں۔ مجھے ایک عالیشان بزرگ نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی معلوم ہوتے ہیں۔ والدہ نے کہا کہ اس جگہ کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے تو وہ صاف صاف نظر آ رہے ہیں۔ میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ حضورؐ کی رہائش کس جگہ ہے۔ وہ مسکرا کر چپ رہے۔ اور کچھ نہیں بتایا۔ اسی طرح اُن کو یہ عاجز اکثر دیکھتا رہا۔ اور اُن کی ملاقات کے شوق میں اُن کو تلاش کرتا رہا۔ کہ یہ کہاں ہیں۔ ان کی تلاش میں مَیں ضلع گورداسپور قلعہ میہاں سنگھ۔ وزیر آباد۔ لاہور، امرتسر جالندھر۔ کپورتھلہ، دہلی آگرہ، گوالیار، دکن وغیرہ وغیرہ علاقوں میں اکثر بھوکا پیاسہ چھ سال تک پھرتا رہا۔ اور کئی جگہ بیعتیں بھی کیں۔ سب سے آخر کرتارپور میں مہر علی نام ایک قطب سنا۔ اور اُن کے پاس جا کر اپنا تمام احوال بیان کیا۔ کہ مجھے پتہ دیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ بعد بیعت بتاؤنگا۔ میں نے کہا۔ کہ میں کئی جگہ بیعت کر چکا ہوں۔ آپ بھی بیعت لے لیں۔ انہوں نے بعد بیعت نماز فجر کی نسبت دریافت کیا۔ میں نے کہا۔ کہ میں ساری نمازیں ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کہ تسبیح لاؤ۔ میں نے تو تسبیح سے کراہت ظاہر کی۔ مگر اُن کے اصرار پر تسبیح لایا۔ اور انہوں نے مجھے کہا۔ کہ بعد نماز فجر قطب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کی ایک تسبیح کر کے ایک قدم آگے چل کر پھر تسبیح اور اسی طرح گیارہ قدم پر ہر قدم پر ایک تسبیح یعنی کلمہ مذکورہ ۱۰۰ مرتبہ کہتے ہوئے آگے بڑھو۔ اور اسی ترتیب سے ہر قدم پر ۱۰۰ مرتبہ پڑھتے ہوئے ۱۱ مرتبہ تسبیح کر کے واپس لوٹو۔ میں نے اُن کو شرک سمجھا۔ اور میں سخت گھبرایا اور ان کو سخت سست کہا۔ اور اُٹھ کر واپس آنے لگا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ پھر واپس کب آؤگے۔ میں نے کہا۔ کہ پھر ہرگز نہیں آؤنگا۔ مجھے یہ گمان پڑتا ہے۔ کہ اس نے بلا کر کہا۔ کہ قادیان نہ جانا۔ میں نے کہا۔ کہ تم میرے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ تم کو اس سے کیا۔ میرا جہاں دل چاہے جاؤنگا۔ آخر اس واقعہ کے بعد سخت غم ہؤا۔ اور خیال آیا۔ کہ اب عرب کو چلتے ہیں۔ اور اس بزرگ کو جو اکثر نظر آتے ہیں۔ وہاں تلاش کرنا چاہیئے۔ رات جب سویا۔ تو خواب میں مکہ شریف پہنچ گیا۔ کعبہ شریف پہنچا۔ تو کعبہ کے اندر ایک شخص سیاہ فام لمبا قد۔ سُرخ آنکھوں والا قرآن مجید لپیٹ کر بغل میں دبائے کھڑا دیکھا۔ اسوقت مجھے یہ خیال آیا۔ کہ کعبہ کی چھت کو دیکھنے کی لوگ ممانعت کرتے ہیں۔ میں نے اسوقت چھت کی طرف دیکھا۔ تو چھت بہت ہی بلند تھی۔ گویا آسمان تک پہنچی ہوئی تھی۔ آخر چھت کے اوپر ایک نورانی سوئی دیکھی۔ ایک اوپر آسمان کی طرف اور دوسرے اس کے اوپر افق کی طرف۔ T اس شکل پر تھی پھر میں بیدار ہو گیا۔ اور میرے دل میں یہ تعبیر آئی۔ کہ عرب کے ملک میں یہ بزرگ نہیں۔ اور اس وجہ سے عرب کا عزم میرا رک گیا۔ آخر صبح سے لے کر دوپہر تک میری روح میں بہت قبض رہا کی بعد دوپہر قبض روح کی ہٹنی شروع ہو جایا کرتی۔ اور شام تک آرام ہو جایا کرتا تھا۔ پھر رات خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسی قبض کی حالت میں ملے۔ حضورؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ میں نے بار بار خدا کے راستہ کی بابت حضورؐ سے سوال کیا۔ فرمایا کہ ضرور بتائیں گے مجھے خواب میں ایسا معلوم ہؤا۔ کہ گویا میں سو گیا ہوں۔ صبح جب میں اٹھا تو مجھے قبض روح کی شکایت سے کلی صحت، تھی۔ پھر کئی سال خواب میں اپنے گاؤں سے شمال مشرق کی طرف آنے کے نظارے دیکھتا رہا اور یہ کہ ایک سیڑھی دار چھوٹی مسجد میں ایک جماعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا۔ اور اُن کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتا رہا۔ یہ خواب بہت کثرت سے آتی رہی۔

اب میں اپنے گاؤں کے مولوی محمد حسین سے حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق سوال وجواب کر کے عازم قادیان ہؤا۔ جب میں تنگل کے پاس پہنچا تو خواب والا وہ راستہ جو کئی مدتوں سے میں دیکھتا تھا مل گیا۔ جس پر چل کر مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے چڑھکر اوپر کو آیا۔ تو اچھی طرح وہ مسجد شناخت کر لی جس میں مَیں آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور جو مسجد کہ دیکھتے دیکھتے بہت ہی فراخ ہو جایا کرتی تھی۔ اور بے شمار جماعت اُس میں نظر آیا کرتی تھی۔ اس وقت مسجد میں کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا۔ آخر بوقت ظہر میں باوضو مسجد مبارک میں آ بیٹھا۔ ۵، ۶ آدمی اور بھی بعد میں آ گئے۔ اندر گھر کی طرف سے کنڈی کا آواز آیا۔ میں نے وہ کنڈی کھول دی۔ جب دروازہ کھلا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے السلام وعلیکم کہا۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور میں نے بعد وعلیکم السلام یہی عرض کیا۔ کہ حضورؑ نے میرے ساتھ خوب کیا۔ مجھے

پہلے نہیں بتایا۔ کہ میں یہاں ہوں۔ گاؤں میں مجھے حضورؑ اکثر ملتے رہے۔ تو قادیان نہ بتایا۔ اور میں تلاش کرتے کرتے مرگیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں نجم نہیں ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ خیر اب تم آہی گئے ہو۔ پھر حضور علیہ السلام شام کے وقت خود بھی نوکر کے ہمراہ آ گئے۔ آخر ہم نے مع دو۔ تین اور مجذوبوں کے ملکر کھانا کھایا۔ دوسرے مجذوب حضرتؑ کے ہاتھ سے چھین کر بھی لقمے کھاتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام مسکرا دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے بعد کھانا فرمایا۔ کہ ۱۸ یا ۱۹ ہمارے دوست چند دن سے ہمیں چھوڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں میرے ساتھ خدا وعدہ کرتا ہے۔ کہ

یأتون من کل فج عمیق

یأتیک من کل فج عمیق

تم بھی چلے جاؤ۔ ہم کو سخت غم ہوا۔ میں نے کہا میں حضورؑ کو آسمانوں سے اترتے دیکھ کر آیا ہوں۔ دوسرے مجذوبوں نے کہا۔ ہم نے تو عرش پر درخواستیں کرکے آپ کو منگایا ہے۔ اب آپ ہم کو دیں کیا دیتے ہیں۔ اور ہمارے لئے کیا لائے ہیں۔ حضور علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا۔ کہ اچھا ٹھہرو۔ میں نے بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "کیا ہے یہ بیعت" اسوقت حضور علیہ السلام کو بیعت کا حکم نہیں ملا تھا۔ چند دن ٹھہر کر میں واپس چلا آیا۔

پھر جب دوبارہ آیا۔ تو حضور علیہ السلام بیعت لیتے تھے۔ میں بھی بیعت ہوگیا۔ مطب میں حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے بعد سلام کہا۔ کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق ہے۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ فرمایا تم اپنا کام کرو۔ اوروں سے تمہیں کیا۔ میں نے کہا بہتر۔ میرے واقفوں میں سے اسوقت کے واقف چوہدری فتح محمد صاحب سیال ہیں۔ نیز خلیفۃ المسیح اول حکیم صاحب فضل دین۔ خواجہ صاحب۔ مولوی محمد علی وغیرہ ہیں اور نیز مولوی عبدالکریم صاحب اور اوروں کی مجھے خبر نہیں۔ والسلام

مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۴ء

ناصرہ صدیقہ کی تاریخہائے وفات

از جناب مولانا مولوی امام الدین صاحب مہاجر گولیکی

تقدیر نے گو ڈالدیا ہم کو الم میں ؛ پر اس پہ رضا فرض ہے ہر ایک قدم میں

اے وائے گئی ناصرہ جو دیس کے قبر میں ؛ اس غم میں رضا مندی ہے ہم خیر اُمم میں

تاریخ وفات اس کی اگر فیض سے پوچھو

کہ "ناصرہ صدیقہ گلستان ارم" میں

۱۳۵۷ھ

(۲)

ناصرہ صدیقہ برتر نام ہے ؛ اور سال موت بھی یہ نام ہے

۱۳۵۷ھ

(۳)

ناصرہ صدیقہ خیر عاقبت ؛ ہے یہ تاریخ ادعائے عاقبت

۱۳۵۷ھ

میں کیونکر احمدی ہوا!

نوشتہ الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر سابق مشنری مغربی افریقہ و لنڈن

خاص "الحکم" کیلئے لکھا گیا!

گذرے وقت کی یاد

جب اللہ تعالیٰ کا مسیح (علیہ السلام) بقید حیات جسم مادی کے ساتھ قادیان کی گلیوں میں چلتا، جب دربار شام اور سیر صبح ہوتی، جب ایک سیر میں ہزاروں سیریں ہو جاتیں۔ جب گہری بٹالہ قادیان سڑک پر محبت کے والا عشق میں سرشار احمدی یکّہ میں اُس کے زیر دم کے الاپ سے محظوظ ہوتے ہوئے قادیان آتے اور رُخ پُرنور کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا دل کو پُر مسرت و اطمینان بناتے، اُن ایام میں ہم ایک دوسرے سے پوچھا کرتے کہ "آپ کیونکر احمدی ہوئے؟" اور ہمیشہ ایمان افروز جواب پاکر دل کو تسکین ہوتی۔ اور علم میں اضافہ محسوس ہوتا۔ آج وہی زمانہ یاد کرتا ہوں۔ اور احمدیت سے مشرف ہونے کی خوش کُن داستان سناتا ہوں:۔

تصوّف کا شوق

مجھے ابتدائی عمر سے تصوف کے ساتھ محبت تھی۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رح کی نسبت کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتا تھا۔ اور ہندو لٹریچر جسقدر بھی ملتا، اُسے فوراً زیر مطالعہ رکھتا۔ سادھو اور فقراء سے باتیں سننا اُن سے مل کر علم میں اضافہ کرنا مجھے بہت پسند تھا۔ اس شوق نے آخرش فارسی میں فقہ کی "مالابدمنہ" تاریخ کی "حدیقۃ الاحباب" وغیرہ کتب پڑھنے کے بعد حضرت امام غزالی کی "کیمیائے سعادت" کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا۔ گر استاد ایک "باوا جی" ملے۔ جو "اتم درشی" کہلاتے تھے۔ باوا جی نے "حصول مدعا" کے لئے توجہ کے طریق بتائے۔ کچھ "فنا فی الشیخ" کی طرف رہنمائی کی۔ اور عشق الٰہی سے بہرہ ور ہونے کی پہلی منزل کا بھی سبق پڑھایا۔

علم لدنّی

سبق ہوتے، دلچسپ باتیں ہوتیں۔ ہندو ویدانت کی طرف روزانہ بڑھتا ہوا قدم اٹھتا۔ مسلمان ملّاؤں کے قصّے کہانیاں دن بدن سامنے آکر مقدس اسلام و بانیٔ اسلام سے محبت کی مرلی میں شگاف پیدا کرنے لگے۔ مگر نیک والدہ کی دعائیں کام آئیں۔ اور مذہب کی محبت کے سبق اور بالخصوص "امام مہدی" آنے والے ہیں کا آوازہ ہر وقت امید کی شعاع کو عالم تاریکی میں دُور سے دکھا دیتا۔ آخر ایک دن خدا کا دن آیا۔ اور باوا جی "علم لدنّی" کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے:۔

"اوہ! علم لدنّی! جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہوا تھا۔ اور جیسا کہ مرزا قادیانی کو ہے"۔

"مرزا قادیانی کو علم لدنّی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح اور ہمارے نانک جی!" میرے لئے چونکا دینے والے فقرات تھے۔ جو باوا جی کے مُنہ سے تو نکل گئے۔ مگر وہ ان پر مزید بات کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ لیکن میں نے اصرار کیا۔ اور میرے سوال پر کہ "یہ مرزا قادیانی کہاں اور کون ہیں؟" باوا جی صاحب بولے کسی مولوی صاحب سے پوچھو اور آگے چل پڑے۔

ایک مولوی صاحب

تمام وظائف تمام مطالعہ تمام اخلاص سے بھرے ہوئے گھنٹوں کی توجہ اور مراقبے اب توجہ ہو کر ویدانت کے کیلاس سے "حرا" کی طرف متوجہ کرنے لگے۔ حرا سے دامن کیلاش (کدعر) میں لانے کے لئے تیار ہوگئے۔ مرزا کی دید کا شوق ہوا۔ اور ایک مولوی صاحب سے پوچھا۔

"مولانا! یہ مرزا قادیانی کون ہیں؟"

مولانا بولے۔ "بھئی! ایک منشی آدمی گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اُن کی عربی دانی پر علماء نے اعتراض کیا۔ اور اب یہ مرزا منشی ایسی اچھی عربی لکھتا ہے۔ کہ حیرت ہوتی ہے!"

دل نے فوراً علم لدنی کے سوال کا جواب پایا۔ اور گویا مقصود حاصل ہونے کا یقین ہوگیا۔ اس کے بعد گفتگو جاری رکھتے ہوئے میں نے مولوی صاحب سے کہا۔ "آپ کی کوئی کتاب؟"

ہاں! یہ پڑھئے۔

شکریہ!

یہ کتاب ست بچن تھی۔ اس میں مضمون تو یہ تھا۔ کہ حضرت باوا نانک رح مسلمان تھے۔ مگر خدا شاہد ہے۔ کہ اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے یقین ہو گیا۔ کہ اس کا مصنف اللہ سے علم پاکر لکھنے والا آدمی ہے۔

رؤیا اور بیعت

کچھ اور مطالعہ کیا۔ میاں حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور نے کچھ اور کتابیں دیں۔ اور حضرت کا ایک رسالہ پڑھا جس کے ٹائیٹل پر طبع تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا شک ہو ماننے میں تمہیں اِس مسیح کے؟
جس کی مماثلت کو خدا نے جتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خُوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

انہیں ایام میں ایک طبیب صاحب کا اشتہار تھا جس پر منجملہ دوسرے القاب کے لکھا تھا۔ "حضرت مسیح الزماں" ان دو نو عبارتوں کا بغور مطالعہ کیا۔ "بیمار دل" "بیمار قوم"، "بیمار ملک"، "رُوحانیت کا قحط" مقتضی تھے۔ کہ مسیح بادلوں پر سوار جلال کے ساتھ زمین والوں کی دستگیری کے لئے اترتا۔

اس مطالعہ کے اثر کے بعد دعا کرتے ہوئے میں نے ایک سبز پوش بزرگ کو دیکھا۔ جو مجھے بلا رہا ہے۔ اور بچپن کی ایک رویا یاد آ گئی۔ جس میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ کہ گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور میں نے حضورؐ کی رکاب پکڑی ہوئی ہے۔ میری والدہ نے اس کی تعبیر کی تھی۔ کہ "بیٹا! یا تو تم خود ایک بڑے عالم دین ہو گے۔ یا پھر امام مہدی سے ملو گے"۔ اِن تمام امور نے مجھ پر واضح کر دیا۔ کہ "علم لدنی کا سکھانے والا، رسول اللہ صلعم کا بروز، روحانی مریضوں کا مسیح قادیان میں آ گیا ہے۔ شاعر مزاح تو تھے ہی۔ میں نے یہ کہہ کر کہ لوگ تو خوبوں کو مسیحا بنا لیتے ہیں۔ ہم کیوں ایک روحانی ڈاکٹر مسیح علیہ السلام کے فیض سے محروم رہیں۔ قادیان کا راستہ لینے کا فیصلہ کیا دربارِ شام میں حاضری دی۔ اور ایک سیر میں ہزاروں سیریں کیں۔ مسرت ہوئی۔ خدا کے مسیح کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، کامیابی و فلاح کے راستہ پر قدم مارا۔ اور

ع احمدی ام نورہُ اللہ اکبر سے زنم
کہنے کا شرف حاصل کیا۔ فالحمد للہ

بیعت کے بعد آتشِ عشق

احمدی ہو گئے۔ راستہ بتانے والے مولوی صاحب عیسائی کہہ کر پکارنے لگے۔ لوگوں نے نفرت کرنا شروع کیا۔ تالیاں، گالیاں، سب ہی کچھ تھا۔ گو احمدیت کی تعلیم سے مجھے ناواقفیت تھی۔ مگر اس مخالفت نے ایمان کو مضبوط کیا۔ اور ہر روز علم میں اضافہ ہونے لگا حضورؑ میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوا۔ بیعت ۱۹۰۱ء میں کی۔ میٹرک ۱۹۰۲ء میں پاس کیا۔ اور اس کے بعد ملازمت اکونہ ضلع بھرائچ میں تھی۔ جہاں سال بھر زادِ راہ جمع کرتا اور پھر مسیح پاک کی زیارت کے لئے آتا گو جوانی تھی مگر اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے سوائے مسیح موعود علیہ السلام کے پاک چہرہ کے اور کوئی چہرہ خوبصورت نہیں دکھائی دیتا تھا۔ ایک سال فراق میں گذرتا۔ اس کے بعد وہ پاک صورت دکھائی دیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول "جس نے مجھے دیکھا۔ خدا تعالیٰ کو دیکھا۔"

اور مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان
"جس نے میرے اور مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا۔ اُس نے نہ مجھے دیکھا، نہ مجھے پہچانا۔"
کی عملی تفسیر کا مشاہدہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ محبت کی آگ بھڑکی۔ اور مجھے جلا کر ایک دوسرا رنگ دیا۔ اور میں پوربی زبان کی مدد سے قادیان آیا۔

کس طرح؟ انشاء اللہ آئندہ

صحابۂ حضرت مسیح موعودؑ

حافظ عبدالعزیز صاحب

میں رہنے والا حلالپور تحصیل بھلوال کا ہوں۔ اِس وقت میری عمر ۶۲ سال کی ہے۔ میں موصی ہوں۔ میں نے وصیت میں چار کلّے یعنی ۳۶ کنال زمین اپنی زندگی میں ہی وصیت کر کے ذمہ انجمن کر دی ہے۔ جو فروخت بھی ہو چکی ہے۔ میں قوم نون سے ہوں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کا کچھ تعلق دوالمیال ضلع جہلم میں بھی ہے۔

میں اپنے والد صاحب حافظ غلام محمد صاحب کے ساتھ دوالمیال میں اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گیا۔ وہاں کے باشندے ہمارے والد صاحب کو ولی اللہ سمجھتے تھے۔ اور اکثر اُن کے مرید بھی تھے۔ اس لئے والد صاحب کبھی کبھی وہاں جاتے تھے۔ وہاں ایک حافظ صاحب رہتے تھے ہم اس کے پاس اکثر بیٹھتے تھے۔ وہ احمدی تھے انہوں نے ہم کو تبلیغ کی۔ میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ بار بار میں اُن کے پاس جاتا اور اُن کی باتیں سنتا تھا۔ میرے دل نے بچپن سے ہی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ کہ یہ سلسلہ سچا اور الٰہی سلسلہ ہے۔ میں نے قرآن مجید کے دو پارے بھی حافظ صاحب سے یاد کئے۔ افسوس کہ اب بھول گئے۔

لیکن میں بے نماز اور صوم و صلوٰۃ کا پابند نہ تھا۔ اسوجہ سے بُرے کاموں میں ملوث ہو گیا۔ اور نشہ وغیرہ کا بھی عادی تھا۔ میں نے بیعت میں اس لئے دیر لگائی۔ کہ میرا خیال تھا۔ کہ میرے جیسا بُرا آدمی کیوں احمدیت کو بدنام کرے۔

۱۹۰۷ء میں مَیں نے بذریعہ کارڈ کے بیعت کی بیعت سے پہلے میں ایک دفعہ قادیان دارالامان میں برائے علاج جسمانی آیا تھا۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ اور میں بغیر بیعت کئے واپس آ گیا تھا۔

اس کے بعد ایک دفعہ مجھے مولوی محمد اسماعیل صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کے چچا حافظ خدابخش صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کو مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ اور تبلیغ کی بھی روح اِن میں تھی۔ انہوں نے مجھے کہا۔ کہ اگر تو دل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا سمجھتا ہے۔ اور دل سے احمدی ہے۔ تو بیعت کیوں نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ میرے افعال بُرے۔ کس طرح بیعت کر دوں؛ حافظ خدابخش صاحب نے کہا۔ کہ بیعت کر لو۔ نہیں تو جاہلیت کی موت مرو گے۔ میں نے کہا کہ قادیان جانے کی میں استطاعت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا۔ پھر جسوقت طاقت ہوئی چلے جانا۔ ایک کارڈ لاؤ۔ میں نے کارڈ لا کر دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے کارڈ بیعت کا لکھا۔

اُن دنوں طاعون کا زور تھا۔ میں نے اعلان کر دیا کہ اگر میں مر جاؤں۔ تو میرا جنازہ غیر احمدی نہ پڑھیں بلکہ احمدی ساکنان دوالمیال پڑھیں۔

بیعت کی قبولیت کا خط آیا۔ میں نے حافظ خدابخش صاحب سے کہا۔ کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے ہم پر حرام کئے ہیں۔ ان کا میں قائل ہوں اور جو حلال کئے ہیں ان کو بھی جانتا ہوں۔ اُس دن سے میں نماز کا پابند ہوں۔ اور افعالِ شنیعہ سے تائب۔ آئندہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم رکھے۔

اسوقت میری نرینہ اولاد ایک لڑکا ہے۔ جو ٹڈل سکول کی ساتویں جماعت کا امتحان دے چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک اور خادم دین بنائے۔

میرے رشتہ داروں میں اسوقت کوئی احمدی نہیں دو بھائی فوت ہو چکے ہیں۔ صرف میرے ایک بھتیجے نے احمدیت قبول کی ہوئی ہے۔ اور گل محمد اُسکا نام ہے۔

"حافظ عبدالعزیز از حلالپور"

قطعہ تاریخہائے وفات ناصرہ صدیقہ

(از جناب قاضی اکمل صاحب)

ناصرہ صدیقہ بیگم جنّتی ؛ بنتِ ابراہیم تھی خیر البنات
چودہ سالہ عمر میں رخصت ہوئی ؛ زندگی دنیا کی ہے کیا بے ثبات
سالِ فوت اسکا بصد اندوہ و غم ؛ خاک ہے افسوس انجام حیات
۱۳۵۷ھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجاہد بخارا کے حالاتِ سفرِ روس

پیشتر اس کے کہ میں اپنے بقیہ حالات سفر روس کے متعلق لکھوں۔ میں اپنی کمزوری اور سستی کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ باوجود مکرمی و محبی اخویم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے بار بار فرمانے کے میں اپنے حالات لکھنے سے قاصر رہا۔ مگر اب ان کے بار بار فرمانے اور محترمی جناب بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے ارشاد کے میں مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ اپنے بقیہ حالات لکھوں۔ ۱۹۳۵ء کے اخبار الحکم نمبر ۳۴ کے پرچہ میں یہ لکھ چکا ہوں۔ کہ

جب مجھ کو تاشقند کے قید خانہ سے نکالکر ماسکو کے قید خانہ میں لے گئے۔ تو وہاں حکومت روس نے مجھ کو قید خانہ کے ایسے کمرہ میں رکھا جہاں اور بھی قیدی تھے چند دن وہاں رہ کر مجھ کو جیل خانہ کی تیسری منزل میں لے گئے اور وہاں رکھ کر کافی عرصہ تک تنہا رکھا۔ اور وہاں میں ٹٹیاں بھی صاف کیا کرتا تھا۔ اور ماسکو میں جب پہلی بار مجھ کو بیان دینے کے لئے بلایا گیا۔ تو مجھ کو قید خانہ کے افسر نے کہا کہ ہم کو تم پر یہ شک ہے۔ کہ تم جاسوس ہو۔ مگر تم کہتے ہو کہ میں احمدی مبلغ ہوں۔ سو ہم تم کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ کہ صحیح صحیح بات ہم کو بتاؤ۔ چنانچہ مجھکو دو دن کے بعد میرا بیان لینے کیلئے بلایا گیا۔ اور مجھ سے قید خانہ کے افسر نے متعدد سوالات کئے۔ جن میں سے ایک سوال یہ تھا۔ کہ اگر کسی وقت مثلاً امریکہ کی انگریزوں سے جنگ ہو جائے۔ اور امریکہ میں بھی احمدی جماعت ہو۔ تو کیا وہ برطانیہ کی فوج سے کہ جس کے ملک میں تمہارا مرکز ہے۔ جنگ کریں گے؟ جس پر میں نے کہا

کہ ضرور۔ ایسے وقت میں ہماری یہی تعلیم ہے۔ کہ اپنے ملک کی جان۔ مال اور عزت کی حفاظت کے لئے اپنے ملک کے حاکم کے حکم سے دوسرے ملک کی فوج سے لڑیں۔ اور اسی طرح دوسرے ملک کے لوگ اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت کیلئے اپنے ملک کے حکام کے ماتحت جنگ کریں گے۔ الغرض یہ جنگ احمدیوں کی احمدیوں سے نہ ہو گی۔ بلکہ ایک ملک کی دوسرے ملک سے ہو گی۔ اس طرح میں نے اُن کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ کہ میں قطعاً جاسوس نہیں۔ بلکہ جیسا کہ دیگر ممالک میں احمدی مبلغ اسلام کی اشاعت کے لئے گئے ہیں۔ ایسا ہی میں یہاں آپ کے ملک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے آیا ہوں۔ اور اپنے مذہب کی تعلیم کے موافق اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہوں۔ کہ حکام کی پوری اطاعت کروں۔ اور ملک میں امن پیدا کرنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کروں۔ کیونکہ جتنا امن ملک میں ہو گا اتنا ہی تبلیغ احسن طور پر ہو سکیگی۔

پھر ایک سوال مجھ سے یہ بھی کیا۔ کہ انگریزی حکومت اور امریکہ کی حکومت میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا مجھ کو ان باتوں سے کیا واسطہ، میں تو مذہبی آدمی ہوں۔ مجھ سے مذہب کے متعلق کوئی بات کریں۔ اُس کا میں انشاءاللہ جواب دینے کی کوشش کرونگا۔ کچھ اور بھی انہوں نے مجھ سے سوالات کئے۔ جو اسوقت مجھ کو یاد نہیں رہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ کو تنہا قید کے کمرے میں روانہ کر دیا۔ اور میں تنہا اس کمرہ میں رہتا رہا۔ عام طور پر حکومت کا قیدیوں سے یہ سلوک تھا۔ کہ وہ ہر روز آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے پندرہ بیس منٹ تک صحن قید خانہ میں نکالتے ہیں۔ مگر اس کمرہ میں دو ماہ کے قریب میں رہا۔ مگر مجھ کو ایک دن بھی انہوں نے سیر کے لئے نہیں نکالا۔

کچھ دنوں کے بعد مجھ کو پھر بیان دینے کے لئے بلایا گیا۔ میں جب بیان دینے کے لئے گیا۔ تو مجھ کو اس نے دورانِ گفتگو میں کہا۔ جسکا مطلب یہ تھا۔ کہ خود تو تمہارے خلیفہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تم لوگوں کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ اُس نے نامناسب طریق سے کہا۔ جسکو سن کر مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ اور میرا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور میں نے اس کو کہا۔ کہ بے شک آپ اسوقت میرے حاکم ہیں۔ مگر آپ کا یہ ہرگز حق نہیں۔ کہ میرے آقا کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال کریں۔ آپ کو کیا پتہ ہے۔ کہ مجھ پر اُن کا یہ عظیم الشان احسان ہے۔ جبکہ سینکڑوں مجھ سے لائق اور قابل خدام موجود تھے۔ اور جو ہر وقت آپ کی آواز پر لبیک کہنے کو فخر سمجھتے اور بعض نے تو اس موقعہ پر اپنے نام پیش بھی کر دیئے۔ مگر انہوں نے مجھ جیسے نالائق کو نوازا۔ اور از راہِ شفقت مجھ کو تبلیغ اسلام کے لئے چُن لیا۔ یہ تو ان کا وہ احسان ہے جسکا میں کبھی شکر یہ ادا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ترجمان نے بھی اس کو سمجھایا۔ کہ آپ ایسا سوال نہ کریں۔ اسکو اُس نے بہت بُرا منایا ہے۔ بعد ازاں اُس نے کہا۔ کہ اچھا مجھ کو ایک بات بتا دو۔ میں پھر اور سوال نہیں کرونگا۔ وہ یہ کہ آپ لوگ اُن کو کس طرح ملتے ہیں۔ چنانچہ میں کرسی سے اٹھا۔ اور میں نے کہا۔ کہ جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو السلام علیکم کہکر ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات آپ کے مبارک ہاتھ کو چوم بھی لیتے ہیں۔ پھر اُس نے کہا۔ کہ میں اُن کی تصویر تمکو دکھاتا ہوں۔ کہ بھلا تم اُن کو پہچانتے بھی ہو یا نہیں۔ چنانچہ وہ کرسی سے اٹھا اور الماری سے ایک فوٹو لایا۔ جو محترمی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ تصویر تو ہمارے آقا، ہمارے پیارے امام کی نہیں ہے۔ بلکہ یہ آپ کے ایک لائق اور قابل شاگرد کی ہے۔ جو آپ کے حکم سے سالہا سال امریکہ میں تبلیغ اسلام کر کے کامیابی سے دارالامان تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے مجھ کو میرے قید کے تنہا کمرے میں بھیج دیا۔

اُسکا دورانِ گفتگو میں مجھ کو یہ کہنا۔ کہ حضرت اقدس ایدہ اللہ خود تو گھر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور تم لوگوں کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ اس کی بے سمجھی کے باعث تھا۔ اس کو کیا علم کہ جو تکالیف اور دکھ ہمارے پیارے حضرت خلیفۃ المسیح گھر بیٹھے خدا کی راہ میں اٹھاتے ہیں۔ اُسکا ہزارواں حصہ بھی کوئی آپ کی جماعت میں سے نہیں اٹھاتا۔ بلکہ اسکا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ عظیم الشان درد جو ساری دنیا کے متعلق مولیٰ کریم نے آپ کے دل میں پیدا کیا ہے۔ کہ یہ اندھی دنیا ہدایت پر آجائے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ نہ رات کو آپ کو چین لینے دیتا ہے۔ اور نہ دن کو۔ چنانچہ اس کی چھوٹی سی کیفیت حضور اِن شعروں میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ

مرگِ پسر پر پیٹتی ہے جیسے ماں کوئی
حالت پہ اپنی قوم کی یوں رو رہا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کس ابتلاء میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کچھ اپنے تن کا فکر ہے مجھکو نہ جان کا
دینِ محمدی کیلئے مر رہا ہوں میں

الغرض میں اس کمرے میں تنہا کچھ عرصہ رہا۔ اور جب کبھی بیان دینے کیلئے جاتا۔ تو سپاہی بھی مجھ کو دُور سے دیکھ کر کہہ دیتے کہ جاسوس، جاسوس، جاسوس! اس کمرے بلکہ قید خانہ سے جب مجھ کو رات کے وقت کسی دوسرے قید خانہ میں لے جانے لگے۔ تو مجھ کو قید خانہ کے ایک افسر نے کہا۔ کہ ہمارا دستور ہے۔ کہ ہم ایسے وقت قیدی کو بالکل ننگا کر کے اُس کی تلاشی لیتے ہیں۔ پھر اس کو چھوڑتے ہیں۔ اس لئے تم کو بھی ننگا ہونا پڑے گا۔ میں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ مجھ سے یہ سلوک نہ کیا جائے۔ مگر چونکہ اُن کا دستور تھا۔ اس لئے میرے کپڑے اتروا کر فوراً مجھ کو کپڑے پہننے کے لئے کہہ دیا چنانچہ میں نہایت کراہت کے ساتھ مجبور ہو کر کپڑے اتار دیئے۔ اور پھر جلد پہن لئے۔ رات کو جب مجھے دوسرے قید خانہ میں لے جانے لگے تو ایک بند لاری میں اور بھی مرد عورت تھے۔ جو وہ بھی قیدی تھے ان کو اور مجھ کو لاری میں بٹھا کر دوسرے قید خانہ میں لے گئے۔ مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ کہ اس موقعہ پر ایک روسی عورت مجھ کو دیکھ کر اس امر کی بہت متمنی ہوئی کہ دریافت کرے۔ کہ یہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور کب سے قید خانہ میں آیا ہے۔ چنانچہ اس نے کئی قیدیوں سے جو لاری میں تھے دریافت کیا۔ جب کسی سے اس کو پتہ نہ ملا۔ تو مجھ سے دبی زبان میں دریافت کرنے لگی۔ کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ہندوستان سے آیا ہوں۔ اتنے میں وہ دوسرا قید خانہ آگیا۔ اور ہم سب کو لاری سے اتروا کر دوسرے قید خانہ کے مختلف کمروں میں بھیجدیا۔ اس قید خانہ میں ایک آرام تو یہ تھا کہ مجھ کو ایک بڑے کمرہ میں جہاں بیس کے قریب اور قیدی تھے رکھا۔ اور ہر روز سیر کے لئے باقی قیدیوں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتھ موقع ملنے لگا۔ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ جب وہ مجھ کو یہاں اس کمرے میں چھوڑ گئے۔ میں نے رات کو تہجد پڑھی اور دعا کی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ کئی قیدی اٹھ کر مجھ کو دیکھنے اور اس نئی طرز کی عبادت کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ کہ یہ رات کو اٹھ کر کیا کر رہا ہے۔

جب صبح ہوئی۔ تو علاوہ اس معمولی اور تھوڑے سے کھانے کے جو ہر قیدی کو حکومت کی طرف سے ملتا تھا وہاں یہ دستور تھا۔ کہ اگر کوئی قیدی سپاہی کے ذریعہ پیسے دیکر باہر سے کچھ منگوانا چاہتا۔ تو منگوا سکتا تھا۔ چنانچہ اس قید خانہ کے کمرہ میں جس میں سب ہی تقریباً معزز لوگ ہی تھے۔ انہوں نے ملکر سفید روٹی اور کھانڈ مکھن منگوایا اور ہر ایک کو حصہ وار تقسیم کردی۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ میں نے کوئی پیسے نہیں دیئے تھے۔ مجھکو بھی انہوں نے سفید روٹی کھانڈ اور مکھن دینا چاہا۔ میں نے ہر چند یہ کوشش کی۔ کہ نہ لوں۔ مگر اُن کے بہت مجبور کرنے اور بار بار کہنے سے میں نے لے لی۔ چنانچہ اس کمرے میں بڑی میز تھی۔ اس پر سب نے چائے پی۔ اور میں نے بھی پی۔ اُن میں بعض مجھ پر سوال کرتے۔ جن کا میں اُن کو جواب دیتا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اسلام میں ختنہ کا کیوں حکم ہے۔ میں نے اُن کو اس کے متعلق تفصیل سے سمجھایا۔ ایک نے دریافت کیا۔ ہندوستان میں لوگوں کا تمدن اور طرز رہائش اور مکانات کا کیا طریق ہے۔ الغرض جو مجھ سے دریافت کرتے ان کو روسی زبان میں جو تھوڑی سی میں نے سیکھی ہوئی تھی۔ اسکا جواب دیتا۔ جب سیر کے لئے ہم سب کو باہر نکالا جاتا۔ اور روزانہ پندرہ بیس منٹ ہم کو صحن میں ٹہلنے کا موقعہ دیتے۔ اور دو تین کمرہ والوں کو اکٹھا موقعہ ملتا۔ تو اس وقت پچاس ساٹھ آدمیوں میں سے جن میں اکثر حصہ ان روسیوں کا ہوتا۔ جو دہریہ ہوتے اور خدا کی ہستی سے منکر۔ تو میں بڑے جوش اور درد سے اُن کو اِن الفاظ میں تبلیغ کرتا۔ کہ

مک اِدث ابیاذ لو یا ادچن پونی مایو

کہ ایک خدا یقیناً ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

جب میں سیر کے دوران میں اونچی آواز سے یہ کہتا۔ تو سب لوگ میری طرف متوجہ ہو جاتے۔ میں اسوقت لمبا جبہ پہنے ہوتا۔ اور سر ننگا اور ہاتھ میں سفید کپڑے کا رومال۔ جب درد سے یہ فقرہ ایسے موقعہ پر کہتا۔ جہاں کہ سب ایک جگہ پر جمع ہوتے۔ تو وہ یہ سنکر علاوہ حیران ہونے کے توجہ سے سنتے۔ حیران وہ اس لئے ہوتے کہ یہ کیسا عجیب آدمی ہے۔ ہمارے ملک میں آکر ماسکو جیسے شہر میں جہاں ایک خدا کی آواز دینا آسان کام نہیں کس طرح دلیری سے کھلے لفظوں ایک خدا کا نام لیتا ہے۔ چنانچہ یہ دو تین کمرے والے قیدی جب ٹہلنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جاتے۔ تو آپس میں اللہ تعالےٰ کی توحید کے متعلق خوب باتیں کرنی شروع کر دیتے۔ اور کافی کافی دیر تک یہ چرچہ رہتا۔ اور تمام خانے میں یہ چرچہ عام ہو گیا۔ میں ایسے وقت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ الودود کا یہ شعر دل میں دہراتا۔ کہ

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں۔

تو میرے دل میں تبلیغ کے لئے خاص جوش پیدا ہو جاتا۔ اور میں قید خانہ میں اچھی طرح توحید باری تعالےٰ سمجھانے کی کوشش کرتا۔ کیونکہ کافی عرصہ کے بعد مجھ کو اب انہوں نے ایسے کمرے میں رکھنا شروع کیا تھا۔ جہاں اور بھی قیدی تھے۔ اسلئے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔ ایک بات جو تکلیف وہ مجھ کو یہاں نظر آئی۔ وہ تاشقند کے قید خانہ میں بھی تھی۔ اور وہ یہ کہ قضائے حاجت کے وقت وہ ایک ہی دفعہ کمرے سے سب قیدیوں کو نکالتے اور بغیر کسی قسم کا پردہ کرنے کے سب کے سب اُن ٹٹیوں میں ملکر رفع حاجت کرتے۔ ننگا ہونے سے بالکل نہ شرماتے تھے۔ میں نے بھی اُسی وقت ہی ٹٹی کو جانا ہوتا تھا۔ میں چادر کو اچھی طرح اردگرد لپیٹ کر اس طرح بیٹھتا کہ کسی قسم کی بے پردگی نہ ہوتی۔ میری اس حالت کو دیکھ کر وہ تعجب کرتے۔ کہ کیسا عجیب آدمی ہے۔

بعض دفعہ ان قیدیوں میں سے بعض مجھ کو اُن خوردنی اشیاء سے جو وہ خود اپنے پیسوں سے خریدتے یا ان کو اپنے گھروں سے آتی مجھ کو کچھ دیتے۔ اور اس کے بعد کوئی مجھ سے کچھ مانگتا۔ اور میں سب کی سب اس کے سپرد کر دیتا تو اسپر اور دوسرے دیکھنے والے لوگوں پر اس کا بہت اچھا اثر پڑتا۔

چند دن اس کمرے میں رکھ کر وہ مجھ کو ایک اور قید خانہ کے ایک علیحدہ اور چھوٹے سے کمرہ میں لے گئے۔ اور وہاں مجھ کو تکالیف دینا شروع کر دیں۔ شائد اس وجہ سے کہ پہلے چند دن میں تبلیغ کرتا رہا۔ یا اسوجہ سے کہ اُن کو میرے جاسوس ہونے کا قوی شبہ تھا۔ چنانچہ اس چھوٹے سے کمرہ میں چار ماہ تک مجھ کو بند رکھا گیا۔ اور اس عرصہ میں کئی بار مجھ کو لمبا جبہ پہنا کر لوہے کی چار پائی جو ہسپتالوں میں ہوتی ہے۔ لٹا دیتے اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے اور پھر ایک مضبوط رسی لے کر دوبارہ چار پائی سے میرے جسم کو جکڑ دیتے جس سے مجھ کو بہت تکلیف ہوتی۔ اور تین چار گھنٹہ تک میں کراہتا رہتا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد ایک سپاہی آتا اور مجھ کو رسیوں سے کھولدیتا۔ چنانچہ اس چار ماہ کے عرصہ میں آٹھ دس دفعہ مجھ کو اس کمرہ میں باندھا گیا۔ اور اس عرصہ میں مجھ کو بخلاف دوسرے قیدیوں کے نہ تو سیر کے لئے باہر نکالتے۔ اور نہ قضائے حاجت کے لئے دوسرے قیدیوں کی طرح صبح شام نکالتے اور نہ ہی کھانے کے وقت مجھ کو کھانا لے آنے کی اجازت ہوتی۔ بلکہ سپاہی اس تنگ کمرہ میں مجھ کو کھانا دیجاتا۔ اور ایک گول برتن جس کو روسی میں پیراشکا کہتے رکھدیتے۔ کہ میں اُس میں ٹٹی کر لیا کروں۔ اور ایک لوٹا کی قسم کا برتن ہوتا جس میں وہ مجھ کو پانی دیتے۔ الغرض یہ چار ماہ میں نے سخت تکلیف میں تنہا گزارے۔ چنانچہ ایک سال تک میں نے حجامت نہیں کرائی۔ اور مجھ کو خود اپنے آپ سے نفرت ہوتی تھی۔ اور بے اختیار میرے مونہہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر نکلتا۔ ع

جسم کی طاقت جو تھی مجھ میں پیارے اب نہیں

اس چار ماہ کے عرصہ میں دو تین دفعہ البتہ نہلانے کیلئے سپاہی مجھ کو کسی اور جگہ لے جاتا۔ اور نہلا کر پھر اُسی کمرہ میں لے آتا۔ نیز دو تین مرتبہ مجھ کو ایک تہ خانے میں جو بہت سخت سرد تھا بند کیا گیا۔ چنانچہ میرے بدن کے گرم کپڑے اتروا کر صرف ٹھنڈا پاجامہ اور قمیص مجھ کو پہنا دیتے اور اس سرد تہ خانے میں بند کر دیتے۔ باری باری سے سپاہی کمرے سے باہر میری نگرانی کرتا۔ میں اُس کو بارہا بڑی التجا سے کہتا۔ کہ " تو واش منیا ادچن خلوا نومیست دائیج منیا خالات " کہ دوست مجھ کو سخت سردی لگتی ہے مجھ کو میرا گرم کوٹ دیدو۔ لیکن وہ ایک نہ سنتا۔ اور مجھ کو خاموش رہنے کے لئے کہتا۔ جب میں اس کمرہ سے پہلے کمرہ میں جو اتنا سرد نہ تھا لایا جاتا۔ تو پھر مجھ کو اس کی بھی قدر معلوم ہوتی اور خدا کا شکر بجا لاتا۔ کہ الحمدللہ یہ اس کمرے سے تو اچھا ہے۔

الغرض اس چار ماہ کے عرصہ میں میری صحت بہت کمزور ہو گئی۔ اور میں آدمی کی شکل دیکھنے کو بھی ترس گیا۔ دعا کرتا کہ مولیٰ مجھ کو ایسے کمرے میں رکھیں جہاں کوئی آدم زاد ہو تاکہ تو میری وحشت میں کمی ہو۔ آخر مولیٰ کریم نے میری دعا کو سُنا۔ اور پورے چار ماہ کے بعد مجھ کو وہ ایک ایسے کمرے میں لے گئے جہاں بہت سے معزز روسی قید تھے۔ میں وہاں جا کر اپنے پہلے کمرہ کی تکالیف کو یاد کرکے بے اختیار رو دیا کہ کمرے والے میرے اردگرد جمع ہو کر حیران ہو گئے۔ انہوں نے میرے سر کے لمبے وحشت زدہ بال اور لمبے لمبے ناخن دیکھ کر حجام کو بلوا دیا۔ اور میں نے حجامت منوائی۔

چند دن کے بعد سب کو نہانے کے لئے ایک وسیع ہال میں لے گئے۔ جہاں نہانے کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ٹوٹیاں اور چھوٹی چھوٹی بالٹیاں تھیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ بغیر کسی پردہ کے سب کے سب روسی قیدی جو بظاہر بڑے اچھے مہذب عمدہ پوشاک پہننے والے بالکل ننگے ہو کر نہانے لگے۔ اور مجھکو چادر پہنے دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ ہندو۔ ہندو۔ یعنی یہ ہندوستانی ہے۔ اس لئے کپڑا پہن کر نہاتا ہے۔ میں اُن کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہوتا۔ اور اُن کی اخلاقی حالت کو دیکھ کر روتا۔ اور وہ مجھ کو کپڑا پہنے دیکھ کر حیران ہوتے اور ہنستے کہ یہ عجیب قسم کا آدمی ہے۔ جو کپڑا پہن کر نہا رہا ہے۔

الغرض میں چند دن یہاں رہا۔ ایک دن اس کمرہ سے نکال کر میرا بیان لینے کے لئے مجھ کو دفتر میں لے گئے اور نہ معلوم کیا وجہ تھی۔ کہ واپسی پر دو تین سپاہیوں نے راستہ میں مجھکو کیوں مارا۔ خوب زدوکوب کرکے ۴۵

۴۸؎ اسی کمرہ میں جہاں کچھ اور قیدی تھے چھوڑ گئے۔ میں خدا کا شکر کرکے ان کی ایذا پیشی برداشت کرتا۔ اور خدا سے دست بدعا ہوتا۔ اور اُسی سے قید سے رہائی کی دعائیں کرتا رہتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جوں جوں یہ تکلیفیں زیادہ دی جاتیں۔ میرے دل میں حضرت اقدس علیہ السلام کی محبت اور تبلیغ کا جوش اور پیدا ہو جاتا۔ اور میں زیادہ عزم کے ساتھ جب تبلیغ کا موقعہ ملتا کرتا۔۔۔۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کا لٹریچر

سلسلہ عالیہ احمدیہ

ہر سال سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بعض کتابیں نہایت قیمتی معلومات لے کر شائع ہوتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک کتاب **سلسلہ عالیہ احمدیہ** کے نام سے چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل و مبلغ جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب ایسی دلچسپ اور معلومات سے بھری ہوئی ہے۔ کہ اس کے ریویو کرتے ہوئے میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ میں اس کو اخبار میں ساری کی ساری ہی شائع کر دوں نہایت اہم اور صحیح معلومات کو جمع کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے بارہ ابواب ہیں۔ پہلے باب میں زمانہ جاہلیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور مخالفت۔ ہجرت۔ جنگوں۔ وصال، ترقی اسلام خلافت راشدہ وغیرہ امور پر نہایت دلچسپ پیرایہ میں بحث کی ہے۔

باب دوم میں اس زمانہ کی حالت۔ یاجوج ماجوج۔ اور ہندوستان کی مذہبی حالت عیسائیت کا حملہ۔ آریہ مت کا حملہ۔ دہریت کا حملہ۔ برہمو سماج۔ اسلام کی حالت۔ مسلمانوں کی حالت، امراء کی حالت۔ غرباء کی حالت۔ علماء کی حالت وغیرہ وغیرہ

باب سوم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت۔ اور حضور علیہ السلام کا درد اسلام۔ اللہ تعالیٰ کی محبت۔ آپ کی آنحضرت صلعم سے محبت، آپ کی بعثت۔ تبلیغ رسالت وغیرہ کا بیان ہے۔

باب چہارم میں آپ کی مخالفت اور اس کے تمام انواع پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔

باب پنجم میں حضور کے کام کو پیش کیا گیا ہے۔

باب ششم میں حضور علیہ السلام کی ترقی اور حضور علیہ السلام کا وصال۔ آپ کی خدمات۔ آپ کی تصنیفات، آپ کی خدمات کا اعتراف غیروں کی زبان سے۔

باب ہفتم میں خلافت اولیٰ۔ ترجمۃ القرآن۔ لنڈن مشن۔ پیغامی فتنہ کی ابتداء وغیرہ وغیرہ امور کا بیان ہے۔

باب ہشتم میں خلافت ثانیہ۔ فتنہ پیغامیہ۔ مسلمانوں کی مخالفت۔ آریوں، عیسائیوں کا حملہ وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

باب نہم میں تمام احمدیہ مشنوں کے حالات درج ہیں۔

باب دہم میں خلافت ثانیہ میں مسلمانوں کی خدمات مثلاً ترک موالات، کانگرس۔ نہرو رپورٹ۔ تحریک شدھی وغیرہ کا ذکر ہے۔

باب یازدہم میں تحریک جدید اور اس کے مشنوں کا تذکرہ ہے۔

باب دوازدہم میں متفرق امور بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کا موٹو ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کتاب کو پڑھ کر کوئی انسان ایسا نہیں رہ سکتا جو متاثر نہ ہو۔ ہاں اگر بغض وعناد نے اس کی آنکھوں پر پٹی نہ باندھ دی ہو۔ اور اس کے دماغ کو سوچنے کے قابل نہ رہنے دیا گیا ہو۔ ضرورت ہے۔ کہ اس کتاب کی بکثرت اشاعت ہو۔ اور ہر حق پسند کے ہاتھ تک اسے پہنچایا جائے۔

بلکہ اس کتاب کو اگر کم از کم انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے دیگر ممالک کے لوگوں تک پہنچایا جائے۔ تو میرے نزدیک صاف دل لوگوں کے قلب پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

نوجوان مبلغ کی اس قیمتی تصنیف پر میں انہیں صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں اور پُر زور تحریک کرتا ہوں۔ کہ احباب اس کتاب کو ایک دفعہ خود پڑھیں اور پھر دوسروں کو پڑھائیں۔

(عرفانی)

ماضی اور حال کا ملیریا

(۵)

موسمی بخار ابتدائے زمانہ سے ہی انسان کے لئے لعنت کا موجب رہا ہے۔ قدیم فلسطین میں یہودیوں کے اندر اس بیماری کی موجودگی ثابت ہے۔ کیونکہ ہم اُن کی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ کہ یہودا بخار سے لوگوں کی تطہیر کیا کرتا تھا۔ اغلباً اس سے مراد "دلدلی بخار" یا ملیریا ہی تھا۔

یونانی ملیریا سے بہت خوفزدہ تھے۔ اُن کو بڑے بڑے جرنیلوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا تھا۔ جتنا کہ موسمی بخار سے پہنچا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ "ٹرائی" کے محاصرہ کے وقت جس بیماری نے یونانیوں کو تباہ کیا وہ ملیریا ہی تھی۔ اور یہ اُن دلدلوں سے پیدا ہوئی۔ جو جنگ زدہ رقبات میں پائے جاتے تھے۔

رومیوں کو بھی ملیریا سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اُن کے دارالسلطنت روم کے قریب پونٹائین کے مشہور دلدل ہیں۔ جن میں مچھر بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ رومیوں کو یقین تھا۔ کہ یہ دلدل اُن کے لئے خطرہ کا باعث ہیں۔ اس لئے انہوں نے بڑی بڑی نالیاں نکال کر ان علاقہ جات کو بالکل خشک کرنے کی پوری سعی کی۔ چنانچہ سینکڑوں میل تک پھیلی ہوئی چھ فٹ زمین دوز نالیوں کے نشان اب تک موجود ہیں۔

جونز اپنی کتاب "ملیریا..... روم اور یونان کی تاریخ میں ایک فراموش شدہ قوت" میں لکھتا ہے۔ کہ اس بیماری نے نہ صرف یونانیوں کی قوت اور طاقت چوس لی۔ بلکہ بہادر رومیوں کو بھی خونخوار درندے بنا دیا۔

اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں۔ کہ ملیریا آج بھی ایک مصیبت عظمیٰ ہے۔ رومیوں اور یونانیوں کے زمانہ کی طرح یہ آج بھی جنگ کے دوران میں خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ جنگ عظیم ۱۹۱۶ء کے زمانہ میں اس نے بلقان کے محاذ پر اتحادی فوجوں کا قریباً صفایا کر دیا۔ چنانچہ ایک لاکھ پندرہ ہزار کی فوج میں سے ساٹھ ہزار اشخاص اس بخار میں مبتلا ہوئے۔ اور ۳۷۹ فوجی لقمہ نہنگ اجل ہو گئے۔

تاہم اب جنگ میں فتح یا شکست کا فیصلہ ملیریا کے ہات میں نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں نے کونین دریافت کر لی ہے۔ جو اس بیماری کا قطعی اور حتمی علاج ہے۔ اس کا ثبوت ۱۹۱۷ء میں بلقان کے محاذ پر ملا۔ جہاں ایک ہزار مریضوں میں سے صرف ۱۷ اموات ہوئیں۔ یہ محض اس لئے کہ بیماری کا علاج کونین سے کیا جانے لگا۔ یاد رہے۔ کہ اس مقام پر ۱۹۱۷ء میں ۱۹۱۶ء کی نسبت دگنی فوج تھی۔ پس اعداد و شمار خود ہی واضح ہیں۔

جمعیۃ الاقوام کے ملیریا کمیشن کی سفارش کے بموجب ہر شخص کو موسمی بخار کے زمانہ میں **۶ گرین کونین** روزانہ حفظ ماتقدم کے طور پر

اور

۱۵ سے ۱۸ گرین کونین پانچ سات روز تک باقاعدہ ملیریا کے علاج کے لئے

استعمال کرنی چاہیئے۔ صحت کے بعد کونین دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن دوبارہ حملہ کی صورت میں علاج دہرانا چاہیئے۔